بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن، أَمَّا بَعْدُ:

95: ایمان فرمانبرداری سے بڑھتا ہے اور نافرمانی سے کم ہوتا ہے۔

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابوالعباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور ہم بات کر رہے تھے پچھلے درس میں ایمان کی تعریف اور ایمان کے معنی کے تعلق سے کہ ایمان لغت کے اعتبار سے کیا ہے اور شریعت میں ایمان کا کیا معنی ہے اور اہل سنت والجماعت کا اس کے تعلق سے کیا عقیدہ ہے، اور یہ بھی بیان کیا تھا کہ اصول ایمان میں سے ارکان ایمان کے بعد یہ دوسرا اصول ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک۔

اور جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَأَنَّ الايمانَ يَزِيدُ بِالطَّاعَةِ وَيَنْقُصُ بِالْمَعْصِيَةِ" (اور ایمان فرمانبرداری سے بڑھتا ہے اور نافرمانی سے گھٹتا ہے کم ہوتا ہے)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہ جملہ جو ہے معطوف ہے یعنی اس جملے کے ساتھ جڑا ہوا ہے جس سے شیخ الاسلام نے اس اصول کی ابتداء کی ہے "أَنَّ الدِّينَ وَالايمان" إلى آخره: یعنی یہ بات بھی جس کا تعلق ایمان کی تعریف سے ہے اہل سنت والجماعت کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے کہ ایمان جو ہے بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔

اور اس کے دلائل ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں اہل سنت والجماعت کے پاس قرآن مجید میں سے اور سنت (یعنی صحیح احادیث اور سنت) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے۔

قرآن مجید کے جو دلائل ہیں ان میں سے بے شک ایک ہی یاد کر لیں تو کافی ہے، دو تین یہاں پر شیخ الاسلام نے بیان کیے ہیں تو آپ بے شک اس میں سے ایک یاد کر لیں تو کافی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان بڑھتا ہے۔

1- سورۃ التوبہ آیت نمبر 124 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ (اور جو اہل ایمان ہیں اُن کا ایمان زیادہ ہوا اور وہ اِس سے خوش ہو گئے)۔

2- اور دوسری دلیل سورۃ المدثر آیت نمبر 31 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا﴾ (تاکہ اُن لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی اُن کو یقین ہو جائے اور مومنوں کا ایمان بڑھ جائے)۔

اس کے علاوہ کوئی دلیل جانتا ہے قرآن مجید میں سے؟

سورۃ الانفال کی ابتدائی آیات میں: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾(الانفال:2): ﴿زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾: اس میں بھی ایمان کے زیادہ ہونے کی دلیل ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ان آیات میں صریح ثبوت ہے کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے بڑھتا ہے؛ کیونکہ زیادہ لفظ بالکل واضح ہے: ﴿فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾: اور ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾۔

تو کم ہونے کی کیا دلیل ہے؟ یہی دلیل بنتی ہے؛ یہ دلیل بھی بنتی ہے لیکن اس سے پہلے ایک اور دلیل بھی واضح ہے اگر وہ نہ مانی جائے تب یہ دلیل بنتی ہے کیونکہ جو چیز بڑھتی ہے تو ظاہر ہے پہلے کم تھی تو بڑھی ہے تو یہ دلیل ہی کافی ہوتی ہے لیکن ایک اور دلیل بھی شیخ صاحب فرماتے ہیں نقص کی دلیل جو ہے ایمان کے کم ہونے کی دلیل جو ہے صحیحین میں ثابت ہے (صحیح بخاری، مسلم میں) کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ عورتوں کو وعظ کیا، نصیحت کی اور فرمایا: "کہ میں نے آپ لوگوں سے زیادہ کم عقل اور کم دین کو نہیں دیکھا" (إلى آخر الحديث)، معروف حدیث ہے۔ تو کم دین کو ثابت کیا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ عورتوں کا دین کم ہے اور دین کی اساس ایمان ہے اس لیے شیخ الاسلام نے اگر آپ دیکھیں نکتہ اٹھایا ہے شروع میں کہ "أَنَّ الدِّيْنَ وَالإِيْمَان" (دین اور ایمان)، اب کم علماء ہیں جو دونوں کو ایک ساتھ جوڑ کر بات کرتے ہیں، تو اسی دلیل کو شامل کرنے کے لیے شیخ الاسلام نے دین کا لفظ بیان کیا ہے۔

عرض کی گئی اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کی کمی کیسے ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب حیض کا خون جاری ہوتا ہے تو عورت نماز نہیں پڑھتی روزہ نہیں رکھتی"۔

تو دین میں کمی تو ہوئی نا! کمی کس اعتبار سے ہے؟ مرد کی نسبت کے اعتبار سے ہے کیونکہ مردوں کو حیض کا خون جاری نہیں ہوتا تو کوئی ایسا وقت نہیں ہے کہ کسی مرد پر نماز جو ہے فرض نہ ہو، یا رمضان کا فرض روزہ فرض نہ ہو وقتی طور پر اِلّا یہ کہ کوئی عذر شرعی ہو بیماری ہے یا سفر ہے وغیرہ، اور سفر میں بھی جو نماز ہے وہ ساقط نہیں ہوتی، روزہ ساقط ہو جاتا ہے بعد میں قضاء کیا جاتا ہے لیکن نماز جو ہے اس کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی۔

الغرض؛ تو اس حدیث سے یہ ثابت ہوا ہے کہ عورتوں کا دین کم ہوتا ہے جس کی اساس یعنی ایمان بھی کم ہوتا ہے۔

ایمان کیسے کم ہوتا ہے؟ جب فرض نماز میں کمی ہوتی ہے جب فرض نماز عورت نہیں پڑھتی ایام مخصوصہ میں تو ایمان کم ہوتا ہے، جب فرض روزے چھوٹ جاتے ہیں اگرچہ عذر شرعی ہے اس کے پاس لیکن پھر بھی مردوں کے تناسب میں یا اُن عورتوں کے تناسب میں جن کو حیض کا خون نہیں آتا یعنی عمر رسیدہ ہو چکی ہیں یا چھوٹی ہیں جن کو ابھی حیض کا خون جاری نہیں ہوا تو اگر دونوں کو دیکھا جائے کہ کس کا ایمان زیادہ کس کا کم ہے تو ظاہر ہے جس کی نماز کم ہے اس کا ایمان کم ہے جس کا روزہ کم ہے اس کا ایمان کم ہے۔ تو اس اعتبار سے عورتوں کے جو ہے ایمان میں کمی ہوتی ہے اُن دنوں میں جبکہ معذور ہیں شرعاً۔

ایک ہوتا ہے نافرمانی سے جیسے آگے بات ہو گی کہ نافرمانی سے ایمان کم ہوتا ہے اس میں عذر شرعی نہیں ہے نافرمانی تو قابل گرفت ہے لیکن عذر شرعی ہے بیماری ہے یا جیسے کہ عورت کا ایام مخصوصہ میں جب نماز نہیں پڑھتی یا روزہ نہیں رکھتی تو مؤاخذہ نہیں ہو گا (فرض کو چھوڑنے کا مؤاخذہ نہیں ہے) بلکہ اگر ان ایام میں نماز پڑھ لے یا روزہ رکھ لے تب مؤاخذہ ہو گا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اگر ایمان کے کم ہونے کی دلیل نہ ہو تو پھر جو زیادہ ہونے کے دلائل ہیں قرآن مجید میں اُن سے یہ بات لازم آتی ہے کہ نقص کی دلیل بھی ان کے اندر شامل ہے کیونکہ ہر وہ نص ہر وہ آیت یا ہر وہ دلیل جس میں ایمان کے زیادہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے اُس کے اندر ایمان کی کمی کی دلیل بھی موجود ہے (متضمن ہے اس کے اندر ہے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ایمان کے زیادہ ہونے کے چار اسباب ہیں اور کم ہونے کے بھی چار اسباب ہیں۔

یہ اضافی معلومات میں سے ایک معلومہ ہے جبکہ موضوع سے تھوڑا سا باہر ہے لیکن یہ ہے کہ ایمان جب زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے تو وہ کون سی چیزیں ہیں جن سے مومن اپنے ایمان کو بڑھا سکتا ہے مضبوط کر سکتا ہے اور وہ کون سی ایسی چیزیں ہیں جن سے اگر وہ بچ جائے تو ایمان کم نہیں ہو گا بلکہ بڑھتا رہے گا اور مضبوط رہے گا، آیئے دیکھتے ہیں بڑی مختصر سی بڑی پیاری چار چیزیں ہیں آپ فنگر ٹپس (Fingertips) پر یاد کر سکتے ہیں، سب سے پہلے شیخ صاحب فرماتے ہیں:

1-اللہ تعالیٰ کی معرفت اللہ تعالیٰ کے اسماء کی معرفت اور صفات کی معرفت، جتنا انسان یعنی مسلمان مومن جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں زیادہ معرفت حاصل کرتا ہے اتنی ہی اس کے ایمان میں مضبوطی آتی ہے اور ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اساس ہے اور بنیاد ہے دیکھیں علماء کہتے ہیں اشرف العلوم؛ دنیا میں اگر کوئی سائنسز (Sciences) ہیں یا کوئی علم ہے تو سب سے بلند درجے کا سب سے افضل سب سے اعلیٰ سب سے شریف علم جو ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت، اساس ہے۔

ہم کلمہ پڑھتے ہیں لاإلہ إلا اللہ؛ اگر اللہ تعالیٰ کا جو یہ پیارا نام ہے اس کے آپ کو معنی کا پتہ نہ ہو یا جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوئی معنی نہیں ہے بے معنی ہے تو اس کلمے کا اثر دل پر کیا ہوتا ہے سوائے ایک رٹے کے جو آپ لگاتے ہیں!

تو اللہ تعالیٰ کے اسماء کی معرفت اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اور یہ توحید کا تیسرا حصہ ہے، یعنی پوری توحید کا علم جو ہے وہ تین حصوں پر قائم ہے:

(۱) توحید عبادت جسے توحید الوہیت کہتے ہیں۔

(۲) دوسری توحید ربوبیت۔

(۳) اور تیسری توحید اسماء وصفات۔ تو جتنی آپ کی معرفت اور علم اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں مضبوط ہوتا ہے اتنا ہی آپ کا ایمان مضبوط ہوتا ہے اور ایمان بڑھ جاتا ہے۔

2- دوسرا سبب جس سے ایمان مضبوط ہو اور ایمان زیادہ ہو شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''النظر في آيات الله الكونية والشرعية'' (اللہ تعالیٰ کی آیات کونیہ اور آیات شرعیہ میں غور و فکر کرنا)۔

آیات کونیہ کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی کائنات مخلوقات میں غور و فکر کرنا؛ آسمان ہے آسمان کے تارے ہیں، زمین ہے پہاڑ ہیں، دریا ہیں سمندر ہیں، انسان ہے انسان کے اندر جو اللہ تعالیٰ نے اعضاء پیدا کیے ہیں کس طریقے سے ہیں۔ جانوروں میں سے دیکھیں آپ اونٹ کی اللہ تعالیٰ نے مثال دی ہے، دیکھیں اس کی مثال دیکھیں سورۃ الغاشیہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝۱۷ وَاِلَى السَّمَاۗءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝۱۸ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝۱۹ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝۲۰﴾ سبحان اللہ (الغاشیہ:17-20)۔

بعض لوگ کہتے ہیں " بھئی اونٹوں کی مثال کیوں ہے؟!"۔ اس لیے کہ اس زمانے میں اونٹ زیادہ ہوتے تھے جیسے آج کل ہمارے پاس یہ کاریں ہیں نا اور ان کا بڑا ایک کریز (Craze) ہوتا ہے جیسے بعض جوانوں کو کون سی کار کیسی کار اور بڑی ڈیٹیلز جانتے ہیں، اُس زمانے میں اونٹ ہی بڑی سواری ہوتی تھی اور اس کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔

تو آپ ذرا غور کریں ان آیات پر دیکھیں نا اللہ تعالیٰ نے کس پیارے انداز بیان میں یہ بیان فرمایا ہے: کیا یہ نہیں دیکھتے؛ ﴿يَنْظُرُوْنَ﴾ (غور و فکر کرنا): ایک تو آنکھوں سے دیکھنا ہوتا ہے ایک آنکھوں سے دیکھ کر دل سے اس کے بارے میں مزید

سوچنا گہرائی کے ساتھ تاکہ ایک خاص معنی جو آپ کو ویسے ظاہر نظر نہیں آرہا وہ آپ کی سمجھ میں آجائے اور دل میں اس کا اثر بیٹھ جائے اسے کہتے ہیں نظر یا غور و فکر کرنا۔

﴿اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ﴾ (کیا یہ غور و فکر نہیں کرتے اونٹوں کو دیکھ کر کہ کیسے ان کو پیدا کیا گیا ہے)۔

یعنی ایک بدو ہے اونٹ چرا رہا ہے اس نے یہ آیات پڑھ لی ہیں (ذرا دیکھیں غور کریں کس طریقے سے) تو اس نے اونٹ کو دیکھا کہ اونٹ کو کیسے پیدا کیا گیا ہے؛ اونٹ کو باقی جانوروں سے دیکھیں چند خصوصیات ہیں اور میں نے تدبر قرآن کے دروس میں اگر آپ وہ دیکھ لیں تو ایک پورا اس میں ایک الگ سے درس ہے کہ چند خصوصیات ہیں جو دوسرے جانوروں میں نہیں ہیں، یعنی اپنے پیٹ کے اندر کیونکہ لمبا سفر کرتا ہے صحرا میں جہاں پانی تک نہیں ملتا تو سو لیٹر سے زیادہ پانی اسٹور کرتا ہے! سو لیٹر جانتے ہیں کتنا ہوتا ہے؟! (سبحان اللہ)؛ بلکہ ڈیڑھ سو لیٹر تک بھی میں نے کہا ہے کہ سو لیٹر یا ڈیڑھ سو لیٹر جو مجھے یاد پڑ رہا ہے اتنا پانی اسٹور کرتا ہے اور پھر جب ضرورت پڑتی ہے تو اسی پانی کو وہ خود استعمال کر کے پیتا ہے، اور بعض لوگ یعنی یہ چیزیں جانتے ہیں جب ان کو پانی نہیں ملتا اور اونٹ ان کے پاس ہوتا ہے تو جب اونٹ کو ذبح کرتے ہیں پانی پینے کے لیے تو اس خاص جگہ کو وہ جانتے ہیں کہاں پر ہے اتنا پانی پھر وہ اس میں سے نکال لیتے ہیں (سبحان اللہ)۔

الغرض؛ جب اُس نے دیکھا اونٹ کو غور و فکر کرنا شروع کیا تھوڑا اور اوپر دیکھا تو آسمان نظر آیا: ﴿وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ﴾ (آسمان کی طرف کیا نہیں دیکھتے غور و فکر نہیں کرتے کہ کیسے بغیر ستونوں کے اٹھایا گیا ہے)۔

آسمان کا کوئی ستون نہیں ہے لیکن چھت ہے سقف محفوظ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (الانبیاء: 32)۔

چھت بغیر ستونوں کے کبھی دیکھی ہے آپ نے؟ ذرا غور و فکر کریں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اسے اٹھایا ہوا ہے (سبحان اللہ)۔

پھر دیکھیں پہاڑ: ﴿وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ﴾ (یہ پہاڑ دیکھیں کیسے نصب کر دیا گیا)۔

دیکھیں اس کی آنکھیں کیسے جا رہی ہیں کہ اونٹ، پھر آسمان، پھر سب سے بڑی مخلوق آسمان کے بعد جو زمین پر دیکھا تو پہاڑ، اور پھر پہاڑ کے بعد زمین تک جب نگاہ گئی: ﴿وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ﴾: (سبحان اللہ)۔

ترتیب دیکھیں کتنی خوبصورت ہے! یعنی جیسے اس کی نگاہ جاتی گئی اور پھر زمین کی طرف آئی اللہ تعالیٰ نے سب کو بیان کر دیا ہے ان تین چار آیات میں بڑی آسانی سے۔

زمین ہموار ہے دیکھیں کیسے ہموار ہے، یہ ایسے ہی ہموار نہیں ہے اسے ہموار کیا گیا ہے: ﴿سُطِحَتۡ﴾۔

دیکھیں: ﴿الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ﴾ پیدا کیے گئے ہیں: مبنی مجہول ہے کہ کس نے پیدا کیا ہے غور و فکر کریں ذرا، آپ کی جرأت تو نہیں ہے آپ مالک تو بن سکتے ہیں خالق نہیں بن سکتے آپ نے اس کو پیدا نہیں کیا ہے۔

آسمان کو آپ دیکھتے ہیں صبح و شام دیکھتے ہیں اور یہ بھی یقین کرتے ہیں کہ آسمان زمین سے جدا ہے اور اٹھا ہوا ہے کس نے اٹھایا ہے بغیر ستونوں کے؟ جواب دینا پڑے گا آپ کو۔ آپ کی عقل اب کام کرے، عقلی دلیل ہے، دیکھیں عقلی دلیل میں شامل ہے یہ۔

پہاڑوں کو کس نے نصب کیا ہے کسی نے تو نصب کیا ہے نا؟! اب انسان اپنے ذہن میں اپنے دل سے سوچ رہا ہے۔

اور زمین ہموار ہے بالکل سیدھی ہے ﴿کَیۡفَ سُطِحَتۡ﴾ کیسے ہموار کیا گیا؟ کیا گیا ہے ہوئی نہیں ہے خود، نیچر نے خود کچھ نہیں کیا نہ یہ کر سکتی ہے۔ تو کسی نے تو کیا ہے کس نے کیا ہے؟ کیا گائے کر سکتی ہے جو گائے کی عبادت کرتے ہیں؟ کیا آسمان کے یہ چاند ستارے کر سکتے ہیں جو ان کی عبادت کرتے ہیں؟ کیا یہ درند اور پرند کر سکتے ہیں جو ان کی عبادت کرتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کے اولیاء انبیاء یہ کام کر سکتے ہیں؟ نہیں! خالق اور مالک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی نہیں ہے۔

تو یقیناً وہ یقین کرلے گا کہ واقعی غور و فکر کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جس نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے وہ واحد لاشریک ہے اس کا کوئی شریک ہو نہیں سکتا (سبحان اللہ)۔

دوسری مثال دیکھیں سورۃ یونس آیت نمبر 101 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلِ انۡظُرُوۡا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا تُغۡنِی الۡاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنۡ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾﴾: کہہ دیں اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! غور و فکر کریں کیا ہے آسمانوں اور زمین میں۔

دیکھیں نا آسمان جمع ہے، ہمیں جو آسمان نظر آتا ہے نا یہ پہلے آسمان کا جو سب سے نیچے والا حصہ ہے وہ ہے (السماء الدنیا کا سب سے نیچے والا حصہ ہے) جس میں یہ سارے تارے ہیں جن میں لوگوں نے گلیکسیاں نکالی ہیں پتہ نہیں اینڈ لیس (Endless) پتہ نہیں کیا کچھ دیکھا ہے یہ سب سے وہ نیچے والا آسمان ہے اوپر تک رسائی کسی کی جرأت نہیں ہے کوئی جا نہیں سکا وہاں پر!

اور زمین کو دیکھیں: کیا ہے آسمانوں میں اور کیا ہے زمین میں غور و فکر کریں ذرا دیکھیں لیکن جو قوم جو لوگ ایمان نہیں رکھتے اُن کو کیا فائدہ پہنچائیں گی یہ آیتیں یا اللہ تعالیٰ کے ڈرانے والے جو رسول ہیں اُن کے پیغامات۔

اُن کو تو فرق نہیں پڑے گا نا بات تو یہ ہے ایمان کی۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: جتنا زیادہ انسان جو ہے ان چیزوں کو علم حاصل کرتا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں عجوبے رکھے ہیں اور جو عظیم اور کامل حکمتیں اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں بنائی ہیں اور اس کائنات سے جوڑا ہے اتنا ہی اس انسان کا ایمان بڑھتا ہے اللہ تعالیٰ پر۔

اور اسی طریقے سے جو آیات شرعیہ ہیں (جو شرعی آیات ہیں یعنی قرآن مجید کی آیات) جب انسان پڑھتا ہے تو انسان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے ایمان بڑھ جاتا ہے کیونکہ آپ دیکھتے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ جو آیات شرعیہ ہیں یہ وہ احکام ہیں جو رسول لے کر آئے ہیں اور اگر آپ ان میں غور و فکر کرتے ہیں تو ان میں ایسی چیزیں موجود ہیں جن سے عقلیں حیران ہو جاتی ہیں اور بہت ساری عظیم حکمتیں اور عظیم راز موجود ہیں جن سے اس عظیم شریعت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ شریعت نازل ہوئی ہے اور یہ شریعت جو ہے عدل اور رحمت پر مبنی ہے، جب یہ چیزیں آپ جان لیتے ہیں تو پھر یقیناً آپ کا ایمان بھی بڑھ جاتا ہے۔

3- تیسری چیز جس سے ایمان بڑھ جاتا ہے یا تیسرا سبب: "كثرة الطاعات وإحسانها" (کثرت سے طاعت اور فرمانبرداری کرنا اور احسان کے ساتھ ان طاعات کو بجالانا)۔ دیکھیں تین ہیں نا درجات؛ اسلام ہے ایمان ہے پھر احسان بلند ترین درجہ ہے: جب آپ نے عبادت کرنی ہے فرمانبرداری کرنی ہے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے تو آپ کو احسان کے درجے سے یہ عبادت کرنی ہے۔ دیکھیں آپ جب کسی دوست کے گھر جاتے ہیں تو آپ کی حالت حلیہ کیسا ہوتا ہے، جب کسی بڑے شخص کے گھر جاتے ہیں آپ کا حلیہ کیسا ہے، جب کسی وزیر یا مشیر کے گھر میں جاتے ہیں آپ کا لباس آپ کا حلیہ کیسا ہوتا ہے، جب کسی بادشاہ کے گھر جاتے ہیں تو آپ کا حلیہ یا لباس کیسا ہوتا ہے برابر ہوتا ہے کیا؟ نہیں ہوتا ہے۔

تو ہمارے اعمال بھی دیکھیں کہ جب ہم عام اعمال کرتے ہیں دنیا کے اعتبار سے ان میں بھی احسان لازمی ہے؛ آپ کا پروفیشن دیکھیں (جو بھی آپ کا پروفیشن ہے) جب آپ اس کی تنخواہ لیتے ہیں اگر آپ کام کرتے ہیں اس میں بھی احسان مطلوب ہے شرعاً آپ سے کہ اس میں جتنی آپ کی وسعت ہے جتنی آپ کی طاقت ہے آپ کی اپنی جو کمائی ہے اس کو حلال رکھیں۔

یعنی ٹائم پر آنا ہے ٹائم پر جانا ہے زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا ہے اپنے کام سے کام رکھنا ہے اور اس میں جتنی زیادہ آپ بہتری کر سکتے ہیں وہ کریں۔ ایسے ہوتا ہے نا؟ یہ عام اعمال میں ہم سے احسان کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

عبادات میں ہمارا کیا حال ہوتا ہے؟ جب نماز پڑھتے ہیں ہماری کیا حالت ہوتی ہے؟ ہم میں سے اکثریت (اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے) ایسی ہے جو ابھی فجر کی نماز پڑھ کر آئے ہیں اگر آپ اُن سے پوچھیں امام نے پہلی رکعت میں کیا پڑھا ہے دوسری رکعت میں کیا پڑھا ہے سورۃ الفاتحہ کے بعد؟ حالانکہ فجر کی نماز لمبی ہوتی ہے مشکل ہو جاتا ہے اور لمبی چیز کو یاد رکھنا آسان ہوتا ہے ورنہ عشاء کی نماز رات پڑھی تھی ہم سب نے پتہ ہے امام صاحب نے کیا تلاوت کی تھی عشاء کی جو پہلی دو رکعت ہیں جہری سورۃ الفاتحہ کے بعد؟

چلو اب تو اتنی دیر گزر گئی ہے انسان بھول جاتا ہے نماز کے فوراً بعد اپنا محاسبہ کر کے دیکھیں کیا واقعی ہم اپنی دل لگی سے دلجوئی سے جیسے کہتے ہیں عبادت کرتے ہیں کہ نہیں؟ یہ کم سے کم درجہ ہے احسان کو کرنے کا کہ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ آپ نے نماز میں پڑھا کیا ہے یا جس امام کی اقتداء میں آپ نے نماز پڑھی ہے اس نے کیا پڑھا ہے؛ اُن آیات پر غور و فکر کرنا تو اگلا درجہ ہے یہ تو پتہ ہو کہ پڑھا کیا ہے؟! (سبحان اللہ)۔

لیکن پھر بھی دیکھیں جب ہم ضعیف ہیں مسکین ہیں فقیر ہیں محتاج ہیں تو اس کا بھی ایک حل ہے؛ جب وسوسے آتے ہیں نماز میں اور نماز سے تھوڑا سا ہم غافل ہو جاتے ہیں اگر فرض عبادت ہے اگر تھوڑی سی غفلت سے نماز باطل ہو جاتی تو ہم میں سے شاید کوئی نمازی ہوتا یا نہ ہوتا پتہ نہیں اللہ بہتر جانتا ہے! لیکن اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیں تھوڑی سی غفلت بھی نماز میں ہو جائے تو اس کا بھی علاج ہے کیا علاج ہے؟ جیسا کہ صحابی نے عرض کی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز پڑھتا ہوں شیطان میرے اور میری نماز کے بیچ میں حائل ہو جاتا ہے تو میں کیا کروں؟ کیا فرمایا؟ اس کا ایک طریقہ ہے شرعاً کیا پڑھنا ہے؟ ﴿أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾۔ کیسے پڑھنا ہے؟ زبان سے پڑھنا ہے اور بائیں طرف تھوڑا سا منہ کر کے نماز کے دوران دیکھیں تین مرتبہ تھو تھو کرنا ہے (سبحان اللہ)؛

حدیث میں آیا ہے صحابی فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ عمل کیا تو شیطان کا یہ وسوسہ دور ہو گیا۔ اور اِسی حدیث میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شیطان کا نام بھی فرمایا کہ اس کا نام خنزب ہے اور یہ خاص شیطان ہے مقرر کیا گیا ہے نماز میں خلل ڈالنے کے لیے (سبحان اللہ)۔ ڈیٹیل دیکھیں ذرا: نماز ہے اس میں ایک شیطان مقرر ہے خلل ڈالنے کے لیے، اُس شیطان کا نام کیا ہے، اور اُس سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جاتا ہے (سبحان اللہ)۔

ہم میں سے کتنے ہیں جن کو وسوسے نماز میں آتے ہیں جو تھوڑی غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں؟ بہت ہیں۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو یہ علاج جانتے ہیں؟ اور کتنے ہیں جو علاج یہ کرتے ہیں؟ (سبحان اللہ)۔ (تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری نمازوں میں مضبوطی عطا فرمائے اور جہاں پر کوئی کمی بیشی ہو تو اللہ تعالیٰ مزید بہتر کرنے کی توفیق عطا فرمائے)۔

تو احسان عبادت میں جتنا آپ دلجوئی سے عبادت کرتے ہیں احسان کے ساتھ عمل کرتے ہیں اتنا ہی آپ کا ایمان مضبوطی کا ایک باعث ہوتا ہے اور سبب ہوتا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: کیونکہ اعمال جو ہیں وہ ایمان میں داخل ہیں اور جب اعمال ایمان میں داخل ہیں تو جتنا زیادہ اعمال آپ کریں گے احسان کے ساتھ اتنا ہی آپ کے ایمان میں اضافہ ہو گا۔

4-چوتھا سبب ایمان کو بڑھانے کے لیے: "ترك المعصية تقربًا إلى الله عزَّ وجلّ": ترک معصیت نافرمانیوں کو ترک کر دینا چھوڑ دینا لیکن شرط ہے "تقربًا إلى الله عزَّ وجلّ": اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرنے کے لیے آپ نافرمانیوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ایک ہے کہ آپ نافرمانی نہیں کرتے کیونکہ آپ کر نہیں سکتے، آپ شراب نہیں پیتے کیونکہ شراب اویل ایبل (Available) نہیں ہے تو اس لیے آپ نہیں پیتے اس لیے نہیں کہ اگر مل جائے تو میں چھوڑوں گا نہیں، یا مل جائے تو میں پتہ نہیں دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے! زناکاری نہیں ہوتی کیونکہ یہاں پر زنا کے اڈے نہیں ہیں (الحمد للہ)۔ تو اس کا تو آپ کو کوئی اُجر نہیں ملے گا اور نہ ہی اس سے آپ کا ایمان مضبوط ہو گا۔ ایمان مضبوط تب ہو گا ایمان میں اضافہ تب ہو گا جب نافرمانی آپ کر سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے آپ چھوڑ دیتے ہیں؛

سود موجود ہے کہ نہیں؟ موجود ہے۔ آپ سودی عمل نہیں کرتے یا سودی کاروبار سے اجتناب کرتے ہیں یہاں تک کہ آپ کو ضرورت ہوتی ہے گاڑی لینے کی آپ کو پتہ ہے کہ قسطوں پر گاڑی کی اکثر صورتوں میں سود ہے آپ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں لیتے ہیں اور پُرانی گاڑی پر گزارا کرتے ہیں اور تھوڑے تھوڑے پیسے جمع کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یہ سہولت میسر ہو جاتی ہے پھر آپ نقداً یہ گاڑی خرید لیتے ہیں۔ پتہ ہے جتنا عرصہ آپ نے دَس سال بیس سال جتنا آپ نے انتظار کیا ہے یہ آپ کے نامۂ اعمال میں کیا ہے؟ الگ سے اُجر و ثواب ہے کیونکہ آپ نے نافرمانی کو چھوڑا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑا ہے (سبحان اللہ)۔ تو یہ شرط ہے کہ نافرمانی سے بچنا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے، آپ کی نیت یہ ہونی چاہیے کہ میں یہ نافرمانی اللہ تعالیٰ کو راضی

کرنے کے لیے نہیں کر رہا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے میں اس سے اجتناب صرف اپنے ربّ سے ڈرتے ہوئے کیا ہے۔

چار اسباب جو ایمان میں کمی کا سبب ہیں یا کمی کے اسباب ہیں ان ہی چار کے اُلٹ ہیں جو ابھی بیان کیے ہیں (وہ چار اسباب جن سے ایمان بڑھتا ہے ایمان کی کمی کے یہی چار اسباب ہیں) کہ اگر آپ ان اسباب کو چھوڑ دیں تو ایمان کم ہو جاتا ہے:

1-سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی معرفت اسماء وصفات کے علم سے اعراض کرنا، منہ موڑنا۔

ضرورت ہی نہیں پڑتی بھئی کیا توحید اسماء وصفات کا رٹا لگایا ہوا ہے آپ لوگوں نے بس اللہ تعالیٰ خالق اور مالک ہے کافی ہے توحید توحید کی بات کرتے رہتے ہیں اسماء وصفات پتہ نہیں کہاں سے یہ باتیں نئی لے کر آئے ہیں؟! لوگوں کو چھوڑیں نماز پڑھنے دیں روزہ رکھنے دیں لوگ بیچارے عبادات بھی کرتے ہیں ہے ربّ سوال کرنے والا حساب آپ نے لینا ہے؟! چھوڑ دیں لوگوں کو اپنے حال پر!

یہ بیچارے نہیں جانتے کہ اپنے آپ کو اس بڑے عظیم خیر سے محروم کر رہے ہیں اور لوگوں کو بھی اس خیر سے دوری پر اُکسا رہے ہیں! میرے بھائی! توحید اسماء وصفات جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے توحید کا تیسرا حصہ ہے اور قرآن مجید میں اگر اسماء وصفات کو آپ نکال دیں تو آپ قرآن مجید کے تیسرے حصے کو ختم کر رہے ہیں!

یعنی دیکھیں جن آیات میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں اور قرآن مجید میں بہت ساری آیات میں اختتام اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے ہوتا ہے:

(۱)﴿وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (یونس:107)۔

(۲)﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝٢ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٣﴾(الفاتحه:2-3)۔

(۳)﴿الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾(البقرة:129)۔

(۴)﴿الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾(الشعراء:68)۔

(سبحان اللہ)؛یہ ساری چیزیں کیا ہیں؟! اگر آپ یہ کہیں کہ یہ بے معنی ہیں ان کے معنی جاننے کی ضرورت نہیں ہے تو قرآن مجید میں سے آپ کیا غور و فکر کریں گے اور پھر آپ کے دل میں اس کا کیا اثر ہو گا؟!

قرآن مجید کا اصل پیغام کیا ہے اللہ نے کیوں نازل کیا ہے قرآن مجید کو؟ تاکہ ہماری زندگی سنور جائے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بن جائیں، جو اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں ہم ان پر عمل کرنے والے ہو جائیں اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق گزارنے کے لیے ہم تیار بھی ہو جائیں اور گزارتے بھی رہیں اور لوگوں کو بھی اس طرف بلائیں؛ یہی ہے ناسارا اصل میں؟ جب ہمیں پتہ ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں کیا معرفت نہیں ہے نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ اعراض کرتے ہیں منہ موڑ لیتے ہیں کیا یہ دولوگ برابر ہو سکتے ہیں؟!

وہ جو لوگ جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا اہتمام کرتے ہیں اور غور وفکر کرتے رہتے ہیں اور ان کا ایمان مضبوط ہوتا رہتا ہے ایک طرف یہ، دوسری طرف جو اس عظیم علم سے اپنے آپ کو محروم کرتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں کیا دونوں کی زندگی اور دونوں کی جو اعمال ہیں اور دونوں کا ایمان کبھی برابر ہو سکتا ہے؟ نہیں واللہ نہیں ہو سکتا ہے!

2-دوسرا سبب ایمان کے کم ہونے کا جو ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کونیہ اور شرعیہ میں غور وفکر کرنے سے اعراض کرنا اور اس کی وجہ سے شیخ صاحب فرماتے ہیں غفلت لازم آجاتی ہے اور جس سے دل کی جو قسوت ہے اور سختی ہے وہ لازم ہوتی ہے۔

آپ قرآن مجید کی آیات پر غور وفکر نہیں کرتے، آپ پڑھتے ہیں تدبر نہیں کرتے اور پھر جو آیات کونیہ ہیں آپ ان کی غور وفکر نہیں کرتے اس سے انسان غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اپنے ربّ سے غافل رہتا ہے جس کی وجہ سے دل سخت ہو جاتا ہے اور (نعوذ باللہ) جب دل میں سختی پیدا ہو جاتی ہے پھر اس دل کو نرم کرنے کے لیے اگر اللہ تعالیٰ کی آیات کونیہ اور شرعیہ سے دل نرم نہیں ہوا تو پھر اور کوئی دنیا کی طاقت نہیں ہے جو آپ کے دل کو نرم کر سکے یاد رکھیں کچھ بھی ہو جائے!

اگر کہیں پر کوئی وقتی طور پر آپ کی آنکھیں تر بھی ہو جائیں؛ بعض لوگ ڈرامے دیکھتے ہوئے رو پڑتے ہیں فلمیں دیکھتے ہیں رو پڑتے ہیں قرآن پڑھتے ہیں کوئی فرق نہیں پڑتا! آیات کونیہ پر غور کرتے ہیں کوئی فرق نہیں پڑتا ان کو! تو یہ دل کی نرمی نہیں ہے میرے بھائیو! یہ دل کی وہ سختی ہے جیسے کہتے ہیں مگرمچھ کے آنسو نکلتے ہیں نا یہ وہ چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام جس کے دل کو نہیں ہلاتا تو پھر باقی ڈرامے تو پھر ڈرامے ہی ہوتے ہیں نا پھر اور کیا ہوتا ہے! یہ آنسو بھی ڈرامے کے آنسو ہوتے ہیں اور کوئی خیر نہیں ان آنسوؤں میں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے آنکھوں سے نکل آئیں۔

الغرض؛ تو آیات کونیہ اور شرعیہ پر غور فکر کرنے سے اعراض کرنا اس سے دل میں غفلت لازم آتی ہے اور غفلت سے دل کی سختی لازم آتی ہے! (نعوذ باللہ)۔

3- تیسرا سبب ایمان کے کم ہونے کا عمل صالح کی قلت، عمل صالح میں کوتاہی کرنا کم کرنا، سستی اور کاہلی کا شکار ہونا؛ اور یہ دلیل گزر چکی ہے کہ عمل صالح کم ہوتا ہے ایمان کم ہوتا ہے جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے تعلق سے فرمایا کہ عورتیں جو ہیں دین اور عقل کی ناقص ہیں (کم ہیں دین میں اور عقل میں)۔

4- چوتھا سبب ایمان کم ہونے کا "فعل المعاصي" (نعوذ باللہ، نافرمانیاں کرنا)، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ المطففین آیت نمبر 14 میں: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝١٤﴾ (ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر جو کچھ وہ کیا کرتے تھے (یعنی اعمال جو ہیں) وہ رَان اور پردہ بن گئے ہیں)۔

جو اعمال ہم کرتے ہیں عجب بات دیکھیں ان کا دلوں پر گہرا اثر ہے!

ہم بات کر رہے ہیں کہ عمل کا تعلق ایمان سے "يزيدُ بالطاعة وينقص بالمعصية" اور ایمان کا تعلق دل سے ہے تو عمل کا تعلق دل سے ہے کہ نہیں؟ عمل ہم جسم سے کرتے ہیں ہمارا نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا کیا اس کا دل پر کوئی اثر ہوتا ہے؟ ہماری نافرمانی کرنا اور نہ کرنا کیا دل پر بھی اثر ہوتا ہے؟ ہوتا ہے۔ کیسے ہوتا ہے؟ اور ایمان کیسے بڑھتا ہے یا کم ہوتا ہے ان اعمال کی وجہ سے؟

یہ تو سمجھ میں آگیا اعمال تو سمجھ میں آگیا اب عمل کا ایمان سے جو تعلق ہے وہ تو سمجھ میں آگیا لیکن عمل کا دل سے تعلق کیسا ہے؟ اب اس آیت کریمہ میں کیا ہے ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ ؟ نافرمان ہے یا کفر اور شرک جو سب سے بڑی نافرمانی ہے یہاں تک بھی دیکھیں آپ اس کفر کا شرک کا، بدعات کا، خرافات کا نفاق کا اور باقی جتنی بھی نافرمانیاں ہیں سب دل کے اندر جمع ہو چکی ہیں (نعوذ باللہ)!

اس حدیث میں کیا آیا ہے؟ جب کوئی شخص نافرمانی کرتا ہے تو دل میں ایک سیاہ نقطہ بن جاتا ہے (کالا سا ایک ڈاٹ کالا نقطہ) اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو وہ صاف ہو جاتا ہے اگر توبہ نہیں کرتا ہے تو پھر وہ بڑھتا جاتا ہے؛ ایک نافرمانی کی ہے دوسری آسان ہو جاتی ہے، دوسری کے بعد تیسری اور آسان ہو جاتی ہے، تیسری کے بعد چوتھی دسویں، بیسویں، پچاسویں سب آسان ہوتی جاتی ہیں (نعوذ باللہ) یہ کالے دھبے جو ہیں بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ دل کالا سیاہ ہو جاتا ہے اور پھر کوئی خیر اس سے توقع نہیں کی جاتی اور نہ کوئی خیر اس سے ہو سکتا ہے جیسا کہ اوندھا کوزہ ہوتا ہے اس میں آپ پانی ڈال سکتے ہیں؟ آپ گلاس کو اوندھا کر لیں یا جگ کو آپ الٹا کر دیں اس میں کچھ ڈال کر دکھائیں؟!

کبھی دیکھا ہے کہ (نعوذ باللہ) دل کی مثال اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے رہے ہیں اب جگ اس میں آپ جتنی چیزیں بھریں بھر جائے گا جو بھی ڈالنا چاہیں اس کے اندر آپ اُلٹا کر کے ایک قطرہ اس میں لے جا کر دکھائیں ایک قطرہ جا سکتا ہے؟! (سبحان اللہ)۔

جب دل کالا سیاہ ہو جاتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ یعنی خیر اس دل کے اندر ایک نقطہ برابر بھی باقی نہیں رہتا۔

پھر توبہ کی توفیق ہوتی ہے؟ دیکھیں جب ایک ذرّے برابر بھی جگہ نہ ہو تو پھر کیسے؟! بہت مشکل ہو جاتا ہے اِلَّا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص کوئی رحم اس بندے پر آجائے تو وہ توبہ کرنا شروع کر دے؛ اور سب کے لیے آہستہ آہستہ توبہ کثرت سے استغفار، اعمال صالحہ کثرت سے کرتے کرتے اب دل کو پاک کرنے کو کتنا ٹائم لگے گا؟!

اس لیے یاد رکھیں فعل المعاصی جو ہیں یہ صرف عمل کی حد تک نہیں ہے کہ یہ نافرمانی ہے اس کا اثر دل پر ہوتا ہے اور دل کا تعلق ایمان سے ہے تو ایمان لازمی کم ہوتا ہے نافرمانوں کا (سبحان اللہ؛ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اور اہل سنت والجماعت کی مخالفت کی ہے اس موضوع میں یا عقیدے کے اس اصول اس حصے میں ایمان کے تعلق سے کہ ایمان بڑھتا ہے اور کم ہوتا ہے دو گروہوں نے؛ پہلا گروہ ہے مرجئہ کا، دوسرا گروہ ہے خوارج اور معتزلہ کا۔

جو پہلا گروہ ہے مرجئہ کا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایمان نہ بڑھتا ہے اور نہ ہی کم ہوتا ہے کیونکہ اعمال کا تعلق ایمان سے ہے ہی نہیں اعمال ایمان میں سے نہیں ہیں تا کہ وہ اس کے بڑھنے سے بڑھ جائے یا کم ہونے سے کم ہو جائے ایمان تو صرف دل کے اقرار کو کہتے ہیں اور اقرار نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے؛ یہ مرجئہ کا عقیدہ ہے اس اعتبار سے۔

مرجئہ کے تین چار مختلف گروہ ہیں ان میں سے ایک گروہ صرف یہ ہے جس کا شیخ صاحب نے ذکر کیا ہے پچھلے کئی دروس میں بیان کر چکا ہوں، ان کا جو غالی گروہ ہے وہ کہتا ہے کہ ایمان صرف دل سے معرفت ہی کافی ہے بس۔

دل کی معرفت: معرفت اور اقرار میں کیا فرق ہے؟ ایک ہے معرفت، ایک ہے تصدیق، ایک ہے اقرار، تینوں میں فرق ہے۔

ایک گروہ نے کہا ہے معرفت کافی ہے، آپ یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے معرفت ہے، آپ نے جان لیا یہ کافی ہے ایمان کے لیے یہ مومن ہے، یہ جو غالی مرجئی ہیں۔ اور جہم بن صفوان یہ بدعقیدگی لے کر آیا ہے؛ جب ہم کہتے ہیں جہم بن صفوان ارجاء لے کر آیا ہے یہ بدترین ارجاء یہ لے کر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دل سے معرفت ہی کافی ہے آپ مومن ہو گئے بس۔

اس بات سے کیالازم آتاہے؟کہ فرعون مومن تھا،ابلیس مومن تھا؛توپھر جواللہ تعالیٰ کے وجود کومانتے ہیں وہ سب مومن ہیں!(سبحان اللہ)،یعنی اس سے بڑھ کرکوئی کفریہ قول ہوسکتاہے کہ ابلیس بھی مومن ہے فرعون بھی مومن ہے؟!(نعوذ باللہ)

دوسرا ہے"الإقرار بالقلب"(دل سے اقرار):یعنی یقین کرنااور زبان سے اس کااقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے ہم مانتے ہیں کہ اللہ موجود ہے اللہ خالق اور مالک ہے لیکن ایمان نہ بڑھتاہے نہ گھٹتاہے۔

اقرار کاتعلق کیاہے بڑھنے اور گھٹنے سے؟میں اقرار کرتاہوں کہ یہ کپ جوہے یہ قہوے کاکپ ہے اب اس میں کیابڑھے گاکیاکم ہوگا؟بڑھ سکتاہے کم ہوسکتاہے؟کیاخیال ہے ویسے کتنابڑاشبہ ہے؟!

آپ ایک چیز دیکھتے ہیں یاکوئی آپ کو کوئی خبر دیتا ہے اور آپ جان لیتے ہیں کہ معاملہ ایسا ہے اب اس انفارمیشن (Information)علم میں جوآپ نے خبر سنی ہے اس میں کوئی زیادتی اور کمی کاامکان ہوتاہے؟

آپ کومعلوم ہوگیاکہ مکہ شہر موجود ہے اب اس کے وجود میں اس اقرار میں (میں مانتاہوں مکہ موجود ہے)فرق پڑتاہے اس کے اقرار میں یانہیں پڑتاہے؟

یہ شبہ تھاان لوگوں کااس کابڑاپیاراجواب ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں:ان کاجواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اقرار جوہے نہ بڑھتاہے نہ کم ہوتاہے:

(۱)پہلی بات یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ):آپ لوگوں کااعمال کوایمان سے خارج کردینا صحیح نہیں ہے اعمال ایمان میں داخل ہیں اور اس کی دلیل پہلے گزرچکی ہے۔

(۲)دوسری بات یہ ہے کہ اقرار دل سے ہوتاہے اور اس سے پھر یہ فرق نہیں پڑتاکہ زیادہ ہوجائے یاکم ہوجائے یہ بات درست نہیں ہے،دل کے اقرار میں تفاضل ہوتاہے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتاکہ میراایمان ابوبکر کے ایمان جیساہے!بلکہ کوئی شخص یہ بھی نہیں کہہ سکتاکہ میراایمان اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان جیساہے!کوئی کہہ سکتاہے جبکہ ایمان توایمان ہی ہوتاہے؟!اقرار سیدناابوبکر صدیق نے بھی کیاتھاکہ نہیں ایمان کا؟کیاتھانا،ہم بھی کرتے ہیں نا۔کیادونوں کا برابرہے؟تفاوت ہے کہ نہیں؟توایک تویہ بات ہے۔

دوسری بات شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ دل کااقرار جوہے وہ تفاوض اور اس فرق کو قبول لازمی کرتاہے،اب خبر کی بات ہم کر رہے ہیں کوئی ایک شخص خبر دیتاہے اس کاآپ کوکتنایقین ہوتاہے اور اس پر کتناآپ کااقرار ہوتاہے اور جب اسی خبر کودَس لوگ

دیں تو اس کا آپ کا کتنا اقرار ہو گا؟ (ایک خبر واحد میں آپ اقرار کرتے ہیں اور پھر دس لوگ جو ہیں یا اس سے زیادہ لوگ آپ کو خبر دیتے ہیں تو آپ کا اقرار کیسے ہو گا؟ یعنی ایک کی خبر ہو اس کا الگ ہے، دو ہو جائیں مزید، تین ہو جائیں تو اس سے زیادہ، دس ہو جائیں تو اس سے زیادہ، اس طریقے سے)، اور جو یہ خبر سنتا ہے اس کا اقرار کیسے ہوتا ہے، اور جو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اس کا اقرار کیسے ہوتا ہے۔ جیسے آپ کہہ رہے تھے مکہ کا میں نے سنا ہے کہ شہر موجود ہے اقرار ہے جب اپنی آنکھوں سے جا کر دیکھتے ہیں یقین تو ہو جاتا ہے اقرار میں مضبوطی ہوتی ہے کہ نہیں؟ یہ تفاضل ہو رہا ہے کہ نہیں؟

ابھی ایمان کو نہیں مان رہے تھے نا کیونکہ ایمان کہتے ہیں اقرار ہے صرف، ایمان کو تو نہیں مان رہے تھے ایمان کا جواب دے دیا ہے، اب اقرار جو ہے خود ایمان کے علاوہ صرف اقرار کے تعلق سے دنیاوی کسی مسئلے میں اقرار کی بات کر لیں آپ کیا اس میں بھی تفاوت ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا، تفاضل ہوتا ہے کہ نہیں اب اس کی بات ہو رہی ہے، اب اس کی دلیل دیکھیں اس کی دلیل بھی ہے۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر 260 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی زبانی: ﴿رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ﴾ (سبحان اللہ)۔

ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے (خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام) دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی جو مخلوقات ہیں یہ درند اور پرند یہ ساری چیزیں غور و فکر کیا ایک مرتبہ اور اپنے ربّ سے عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ مردوں کو زندہ کیسے کرتے ہیں ﴿کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی﴾؟

﴿قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ﴾ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! کیا تم ایمان نہیں لے کر آئے ہو؟)

﴿قَالَ بَلٰی﴾ (کہا بے شک ایمان تو میرا ہے)

﴿وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ﴾ (تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے)۔

اس سے کیا مراد ہے کوئی شک تھا؟ نہیں واللہ! نبی کو کہاں شک ہو سکتا ہے وحی نازل ہوتی ہے شک کی گنجائش ہی نہیں ہے نا! تو پھر اصل معاملہ کیا ہے؟

تاکہ ایمان مزید مضبوط ہو جائے اور دل میں اطمینان کا مطلب یہ جو اقرار ہے وہ ایسا نہیں جیسا کہ ہمیں خبر پر صرف سنی سنائی پر ہوتا ہے، وہ بھی کافی ہے لیکن جب میں نے آنکھوں سے دیکھنا ہے تو اس کا جو اقرار جو ایمان ہے وہ الگ ہوتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ چار مختلف پرندے لے لیں ان کو ذبح کر لیں ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر لیں اُن کے گوشت کو مکس کر لیں، سَروں کو اپنے ہاتھ میں الگ رکھیں (چار پرندوں کے جو سَر ہیں مختلف پرندے سَر اپنے ہاتھ میں رکھیں الگ باقی جو جسم کے حصے ہیں سارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں سب کو مکس کر دیں) اور چار مختلف پہاڑوں کی چوٹیوں پر رکھ دیں (چار مختلف پہاڑ اُن میں سے ایک حصہ اٹھایا ایک چوٹی پر چار حصے کر دیں)؛

﴿ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا﴾ پھر ان کو حکم دیں کہ آ جاؤ۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ جو پرندے ہیں ان کے جو گوشت کے ٹکڑے تھے اور یہ پَر وغیرہ جو ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے چاروں پہاڑوں کے جو مختلف حصے تھے وہ ایسے ہوا میں آسمان میں اُڑے آپس میں جڑے، سَر ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے ہاتھ میں وہ پرندے ان کے گوشت کے ٹکڑے جڑتے گئے ہوا میں آ کر سَر جسم کو لگا اور اُڑ گئے سیدھا، چاروں پرندے اس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیے (سبحان اللہ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ دلیل ہے کہ ایمان دل میں ہوتا ہے اور زیادہ اور کم بھی ہوتا ہے۔

اس کی تیسری دلیل شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ علماء جو ہیں یقین کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں: "علم اليقين، وعين اليقين، وحق اليقين"؛

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورة التكاثر آیت نمبر 5 تا 7 میں:

﴿كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝﴾: اس میں علم الیقین اور عین الیقین کی دلیل ہے، اور حق الیقین کی دلیل سورۃ الحاقۃ آیت نمبر 51 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ۝﴾۔

اس کی مثال علماء دیتے ہیں:

(۱) کہ ایک جگہ ہے آپ نے اس کے بارے میں صرف سنا ہے اسے کہتے ہیں "علم الیقین" کہ سنا ہے خبر ہے علم ہے۔

(۲) پھر آپ نے اسے دور سے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسے کہتے ہیں "عین الیقین"۔

(۳) تیسرا آپ خود اس کے اندر داخل ہوئے ہیں "حق الیقین" (سبحان اللہ)۔

یہ تو پہلا گروہ تھا اور اس کا یہ شبہ تھا یا چند شبہات ہیں اور ان کا یہ جواب تھا مختصراً۔

دوسرا گروہ جنہوں نے مخالفت کی ہے اہل سنت والجماعت کی اس موضوع کے تعلق سے کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے یا کم ہوتا ہے انہیں کہتے ہیں الوعیدیہ گروہ" طائفة الوعيدية": یہ خوارج اور معتزلہ ہیں ان کو وعیدی اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ احکام الوعید کو لیتے ہیں اور احکام الوعد کو چھوڑ دیتے ہیں (یعنی جو نصوص ہیں وعید کے جن میں سختی کے الفاظ ہیں سزا کے الفاظ ہیں ان کو لیتے ہیں اور جن نصوص میں وعد ہیں جزاء کی بات ہے اللہ کے رحم و کرم کی بات ہے ان کو چھوڑ دیتے ہیں) اور اس طریقے سے وہ جو کبیرہ گناہ کرنے والے مسلمان ہیں ان کو ایمان سے خارج کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کبیرہ گناہ کرنے والے ہیں وہ کافر ہیں، لیکن فرق یہ ہے خوارج کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مسلمان ایمان سے خارج ہو گیا اور کفر میں داخل ہو گیا، اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ ایمان سے تو خارج ہو گیا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوا بلکہ دونوں کے بیچ میں ایک جگہ یہ منزلت پر ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ جو دو گرہ ہیں ان کے مزید جو شبہات ہیں اور ان کا جو مناقشہ ہے اور جو دلائل ہیں اور جو جواب ہیں مرجئہ کا اور وعیدیہ کے جو ہیں یہ لمبی کتابوں میں موجود ہیں۔

(اور میں نے عقیدۃ الطحاویۃ کی شرح میں چندان شبہات کا جواب دیا تھا امام ابن أبي العز الحنفی رحمہ اللہ نے بڑے پیارے انداز میں کئی شبہات کا ازالہ کیا ہے آپ وہاں سے دیکھ سکتے ہیں)۔

پھر شیخ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَهُمْ مَعَ ذٰلِكَ لَا يُكَفِّرون أهلَ القِبلةِ بمُطلَقِ المعاصي والكبائِرِ" (اور اس کے ساتھ ساتھ یعنی اہل سنت والجماعت جو ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ ایمان، قول اور عمل ہے لیکن اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے معاصی اور کبیرہ گناہ کے اطلاق کی وجہ سے)۔

اہل قبلہ جو ہیں مسلمانوں کو کہا جاتا ہے اگرچہ نافرمان ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ ایک ہی قبلے کی طرف رُخ کر کے عبادت کرتے ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں اور ان کا قبلہ کعبہ ہے، مسلمان جو ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک کبائر یا کبیرہ گناہ کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا "بمطلق المعاصي والكبائر"۔

یعنی صرف کبیرہ گناہ کرنے سے تفصیل الگ ہے؛ یعنی کسی نے کلمہ توحید کو ہی چھوڑ دیا ہے یہ بھی تو نافرمانی ہے نا کبیرہ گناہ ہے تو ایسے شخص کو کافر یعنی نواقض اسلام کے علاوہ اس لیے مطلق المعاصی فرمایا ہے یعنی عمومی طور پر جو معاصی ہیں صرف نافرمانی کی وجہ سے کبیرہ گناہ کی وجہ سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا اِلَّا کہ اس کی دلیل ہو کہ اس نے جو عمل کیا ہے جو نافرمانی کی ہے یہ نواقض اسلام میں سے ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج کر دینے والا عمل ہے۔

یعنی کسی نے (نعوذ باللہ) قرآن مجید کی بے حرمتی کی ہے تو کبیرہ گناہ ہے کہ نہیں؟ بے حرمتی کفر ہے کہ نہیں؟ کفر ہے۔

نعوذ باللہ دین کو گالی ہے شرک کیا ہے شرک نافرمانی ہے کہ نہیں؟ نافرمانی ہے نا! کبیرہ گناہ ہے کہ نہیں؟ کبیرہ گناہ ہے۔

کسی نے کفریہ قول کہا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے نعوذ باللہ ؟!

تو یہ ساری چیزیں جو ہیں کبیرہ گناہ ہیں کہ نہیں؟ کبیرہ گناہ ہیں۔ لیکن کیا یہ گناہ کرنے والا شخص جو ہے دائرۂ اسلام سے خارج ہے کہ نہیں؟ خارج ہے ظاہر ہے جو تکفیر کے اصول ہیں اور شروط اور ضوابط جو پہلے گزر چکے ہیں بار بار بیان کیے ہیں اُن کے بعد یہ نہیں کہ کسی نے دین کو گالی دی ہے اور کہو یہ کافر ہے ہو سکتا ہے پاگل ہو اس کو پتہ ہی نہ ہو۔

تو حجت قائم کرنا اور اس کی لمبی تفصیل ہے کہ شروط اور موانع کو دیکھا جاتا ہے۔

مطلق المعاصی اس لیے میں نے کہا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہی وجہ ہے کہ کچھ ایسے معاصی ہیں جو کفر ہوتے ہیں لیکن مطلق المعاصی میں جب ہم بات کرتے ہیں اس میں سب گناہ شامل ہوتے ہیں تو صرف نافرمانی یعنی کہنا یہ ہے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا مطلق المعاصی کے لفظ سے جیسا کہ خوارج اور معتزلہ نے کبیرہ گناہوں کی وجہ سے مسلمان کو دائرۂ اسلام سے خارج کیا ہے، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ صرف نافرمانی کرنے کی وجہ سے کبیرہ گناہ کی وجہ سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا،اِلَّا یہ کہ الگ سے اس کی دلیل موجود ہو کہ یہ جو نافرمانی کی ہے یہ جو کبیرہ گناہ ہے یہ بذات خود دائرۂ اسلام سے خارج کر دینے والا ہے، ہر کبیرہ گناہ نہیں۔

خوارج کے نزدیک معتزلہ کے نزدیک کیا ہے؟ ہر کبیرہ گناہ دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے (نعوذ باللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: ایک فرق ہے" الشيء المطلق ومطلق الشيء": "مطلق الشيء": یعنی شیء مطلق جو ہے کمال کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کے کمال تک پہنچنا، اور "مطلق الشيء؛ يعني؛ أصل الشيء": اگر مطلق الشیء کسی چیز کے مطلق کو آپ ختم کر دیں اس کے اصل کو ختم کر دیتے ہیں، اور اگر کسی چیز میں سے آپ کہتے ہیں "الشيء المطلق" اس اعتبار سے یعنی آپ اس کے کمال کی بات کرتے ہیں۔

کیونکہ دیکھیں ایمان کا اصل بھی ہے ایمان کا کمال بھی ہے نفی الایمان سے جیسے کئی احادیث میں آیا ہے کہ جب شرابی شراب پیتا ہے اس کا ایمان نہیں ہوتا تو اس سے کیا مراد ہے کافر ہو گیا؟ خوارج کہتے ہیں کافر ہو گیا کیونکہ ایمان کی نفی ہو گئی ہے: اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی ہوئی ہے جس کی وجہ سے اس نے شراب پی ہے۔

توایمان کی نفی ہوگئی ہے تو اس نفی سے کیا مراد ہے اصل ایمان کی نفی ہے یا ایمان کامل کی نفی ہے؟ ایمان کامل کی نفی ہے۔
یعنی ایمان جو کمال کی حد تک ہونا چاہیے تھا جس کامل ایمان نے اس شخص کو چوری سے روکا ہوا تھا اس میں کمی ہوئی تو اس نے چوری کی ہے نا یا یہ مطلب ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا کہ چوری کرنے سے پہلے وہ مومن تھا جب چوری کی تو وہ کافر ہو گیا کیا یہ معنی ہے؟ ہر گز نہیں! معنی یہ ہو سکتا ہی نہیں کبھی! (سبحان اللہ)۔
اور اسی طریقے سے جتنی احادیث میں جیسا کہ معروف حدیث ہے:
''لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ'':اب یہ ایمان کی نفی ہے "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ جو اپنے لیے پسند کرے دوسرے بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے": ایمان کی نفی ہے کہ نہیں؟ تو کیا کافر ہے وہ شخص؟
یعنی جو آپ اپنے لیے پسند کرتے ہیں آپ پر لازم ہے اپنے بھائی کے لیے پسند کریں (مسلمان بھائی کے لیے) اگر آپ وہ پسند نہیں کرتے تو کیا دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے؟ تو ایمان کی نفی تو ہو گئی ہے نا ''لَا يُؤْمِنُ''؟ یہ کمال کی نفی ہے یعنی ایمان کامل ہو نہیں سکتا ایمان کی کمی کی وجہ سے۔
پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: الفاعل للکبیرۃ جو ہیں (کبیرہ گناہ کے مرتکب جو ہیں) اس کے پاس اصل ایمان موجود ہے لیکن کمال ایمان کی نفی ہے وہ موجود نہیں ہے، فرق یہ ہے۔
اور مصنف کی بات جو ہے یہاں پر بہت دقیق ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں۔
پھر جیسا کہ خوارج کا یہ جملہ جو ہے شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا جیسا کہ خوارج کرتے ہیں، جو یہ کہتا ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا شخص کافر ہے اس لیے ایک مسلمان کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں اور ان کے خون اور مال کو حلال کر دیتے ہیں (دیکھیں کہتے ہیں کافر ہیں پھر ان سے قتال کرتے ہیں جیسا کہ مسلمان کافروں سے قتال کرتے ہیں پھر ان سے خونریزی بھی کرتے ہیں اور ان کے مال کو مال غنیمت بنا لیتے ہیں، نعوذ باللہ)۔
بلکہ شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ الاسلام رحمہ اللہ): جو ایمانی اخوت ہے وہ ثابت ہوتی ہے نافرمانیوں کے باوجود بھی (یعنی جو مومن ہیں اگرچہ نافرمانی بھی کر لیتے ہیں لیکن ان کبیرہ گناہوں کی وجہ سے ان کی جو اخوت ایمانی ہے اسلامی بھائی چارہ جو ہے ایمانی بھائی چارگی جو ہے یہ باقی رہتی ہے اگرچہ نافرمانی کریں) یعنی جو زناکار ہے وہ اس شخص کا بھائی ہے جو زنا نہیں کرتا، جو چور ہے وہ اس شخص کا بھائی ہے جس کی چوری اس نے کی ہے، اور قاتل مقتول کا بھائی ہے۔

پھر اس کی دلیل شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام نے دلائل بیان کیے ہیں سورہ البقرۃ آیت نمبر 178 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قصاص کی آیت میں: ﴿فَمَنۡ عُفِيَ لَهٗ مِنۡ اَخِيۡهِ شَىۡءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ﴾۔

یعنی کسی کا قتل کیا کسی نے تو قصاص اس کا حق ہوتا ہے شرعاً، یعنی خون کا بدلہ خون قتل کا بدلہ قتل اسے قصاص کہتے ہیں (بدلہ)۔

﴿فَمَنۡ عُفِيَ لَهٗ مِنۡ اَخِيۡهِ شَىۡءٌ﴾ (تو جس کے لیے اس کا بھائی اگر معاف کر دے ان میں سے کسی چیز کو) ﴿فَاتِّبَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ﴾ (معروف کی اتباع کرے)۔

یعنی اس کو معاف کر دے اگر معافی کرنی ہے اگر ان کو معاف کر دے مقتول کے جو وارث ہیں جس کے وہ وارث ہیں جس کا قتل کیا گیا ہے اگر وہ معاف کرنا چاہتے ہیں اور بدلہ نہیں لینا چاہتے تو معاف کر سکتے ہیں لیکن لفظ کون سا ہے؟ ﴿اَخِيۡهِ﴾ (بھائی)؛ یعنی قاتل جو ہے وہ مقتول کا بھائی ہے۔

دوسری آیت میں سورۃ الحجرات آیت نمبر 9 اور 10 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا﴾ إلى آخر الآيات۔

اس کی ابتداء کو دیکھ لیں آپ:

﴿وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا﴾ (اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں قتال کریں (سبحان اللہ))۔

"دو مومنوں کے گروہ آپس میں" ایمان باقی ہے کہ نہیں؟ اگر قتل کرنے سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا جیسے خوارج کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے (سبحان اللہ) تو اس کا کیا مطلب ہے؟ یہاں پر ایک گروہ تو مومن ہے دوسرا گروہ کافر ہونا چاہیے تھا نا؟! لیکن یہاں پر دونوں گروہوں کا ایمان ثابت کیا گیا ہے۔

اور اگلی آیت میں آیت نمبر 10 میں:

﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَ اَخَوَيۡكُمۡ﴾ (کہ مومن جو ہیں آپس میں بھائی بھائی ہیں اور آپس میں اپنے بھائیوں کی صلح کیا کرو)۔

قتال بھی ہو گیا اب صلح کی بات ہوئی ہے قتال کے بعد، قتل وغارت بھی ہوئی آپس میں جھگڑا بھی ہوا لڑائی بھی ہوئی ہے اور قتل بھی ہو گیا ہے دونوں گروہوں میں سے دونوں مسلمان ہیں، شیطان نے ورغلایا ہے شیطان خون میں دوڑتا ہے جنگ شروع ہوئی

لڑائی ہوئی قتل ہو گیا دونوں گروہوں میں سے اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ : تو آیات کی ابتداء میں ایمان کو ثابت کیا ہے اور اگلی آیت کی ابتداء میں بھی اسی ایمانی اخوت کو بلکہ اخوت کا نام دے کر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

اور یہ شیخ صاحب فرماتے ہیں دوسری دلیل ہے اہل سنت والجماعت کی کہ کبیرہ گناہ کرنے والا جو ہے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اس آیت میں دلیل ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے کی وجہ سے کوئی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور اسی بنیاد پر اگر میں کسی ایسے شخص نے سامنے سے گزروں جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے تو میں اسے سلام کروں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سلام کرنا جو ہے مسلمانوں کے حقوق میں سے ایک حق ہے جیسے حدیث میں آیا ہے:

"إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ"(اگر آپ اسے پائیں تو سلام کریں) جیسے متفق علیہ حدیث میں آیا ہے؛ کیونکہ یہ شخص مسلمان ہے اور میں اسے سلام کروں گا اگرچہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے اِلّا یہ کہ اس کے ہجر کرنے میں کوئی مصلحت ہو تب اس مصلحت کی وجہ سے میں ہجر کروں گا اور اس سے لاتعلقی وقتی طور پر کروں گا۔

اب اس کی دلیل بھی ہے کہ ضرورت کے لیے وقتی طور پر لاتعلقی اور ہجر کرنا جیسا کہ سیدنا کعب بن مالک اور اُن کے دونوں ساتھی جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے تو مسلمانوں نے پچاس راتیں (یعنی پچاس دن) جو ہیں اُن سے قطع تعلقی کی تھی اور ہجر کیا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ کو قبول فرمایا۔

(اور یہ قصہ جو ہے متفق علیہ حدیث میں ثابت ہے اور سورۃ التوبہ میں بھی اس کا ذکر ہے)۔

پھر ایک سوال ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: کیا ہم ان لوگوں سے مطلقاً محبت کریں اور مطلقاً اُن سے نفرت کریں؟ یا ہمیشہ کی محبت ہمیشہ کی نفرت ہے ان لوگوں سے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں جواب کہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے، ہم ایسے لوگوں سے یعنی جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب مسلمان ہیں، ہم ان سے محبت کرتے ہیں ان کے ایمان کی وجہ سے جو اُن میں ہے اور اُن سے نفرت کرتے ہیں اُن کی نافرمانی کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں یہی عدل وانصاف ہے ان لوگوں کے لیے۔

آج کے درس میں اتنا کافی ہے اگلے درس میں اگلے جملے سے درس کا آغاز کریں گے کہ جو فاسق المِلّی ہے (یعنی جو مسلمان کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے اسے فاسق المِلّی کہتے ہیں)؛ "فاسق" (نافرمان، فسق سے) اور "مِلّی" (یعنی مسلمان، ملت اسلام)، اس کے بارے میں ان شاءاللہ بات کریں گے اور مزید تفصیل اس کے تعلق سے بیان کریں گے۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (095.العقيدة الواسطية) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio